عمران ظہور غازی
(سابق ناظم اسلامی جمعیت طلبہ ملتان ڈویژن)

سید عطاء المحسن بخاریؒ .... چند یادیں، چند تأثرات

سید عطاء المحسن بخاریؒ کا ذکر آئے یا ان کی یاد ...... یہ شعر ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے سچی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کتنی اٹل حقیقت ہے، جس کی طرف غالب نے اشارہ کیا۔

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

سید عطاء المحسن بخاری مرحوم، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند تھے اور ان کی فکر اور تحریک ''مجلس احرار اسلام'' کے روح رواں اور مسند دعوت وارشاد کے وارث، درویشی وسادگی اُن کا طرہ امتیاز تھا، زبان کے صاف اور کھرے، جو بات دل میں ہوتی، وہی زبان پر ہوتی گویا ان کی زبان ان کے دل کی رفیق تھی۔علمائے دین کے ساتھ تعلق اور خود عالم دین ہونے کے باوجود روایتی قسم کے ملاؤں سے سخت بیزار اور شدید ناقد، مصلحت کوشی، منافقت اور دورنگی سے ناآشنا اور اس کے عوض جتنا چاہے نقصان اٹھانا پڑے مگر سچ کہنا ہمیشہ ان کا شعار رہا کہ

آئینِ جواں مرداں حق گوئی وبے باکی

شاہ جیؒ کے ساتھ میری شناسائی ان دنوں ہوئی، جب اسلامی جمعیت طلبہ پنجاب کی مجلس شوریٰ نے مجھے بطور ناظم ڈویژن کے ملتان بھیجا_____ مجھے چونکہ تاریخ سے دلچسپی ہے اور اسی نسبت سے تاریخی شخصیات سے خصوصی تعلق ہے۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا نام بطور خطیبِ اعظم کے سن رکھا تھا، ملتان آنا ہوا تو ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔کسی نے بتایا کہ حضرت امیر شریعتؒ جلال باقری میں مدفون ہیں، مگر باوجود اپنی سی کوشش وتلاش کے شاہ صاحبؒ کا مرقد نہ ڈھونڈ سکا۔بعد میں معلوم ہوا کہ وہ چار دیواری کے اندر مدفون ہیں۔بہرحال اس دوران دارِ بنی ہاشم کے ساتھ تعلق استوار ہو چکا تھا اور جمعہ کی ادائیگی کے لئے اکثر دار بنی ہاشم ہی جانا ہوتا، جہاں محسن شاہ جیؒ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے اور کفیل شاہ جی نماز جمعہ پڑھاتے۔محسن شاہ جیؒ سے ۱۹۹۶ء میں روزنامہ ''خبریں'' کے ذریعے تعارف ہوا تھا، جس میں وہ ''دل کی بات'' لکھتے۔نماز جمعہ کے بعد بعض اوقات محسن شاہ جیؒ سے ہاتھ ملانے کی سعادت بھی حاصل ہو جاتی مگر تعارف کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی۔ستمبر ۱۹۹۶ء میں اسلامی جمعیت طلبہ ملتان کے زیر اہتمام ''پاکستان کے پچاس سال، کیا کھویا، کیا پایا''؟ کے عنوان سے جناح ہال گھنٹہ گھر میں ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا تو اس میں محسن شاہ

جیؒ کو بھی دعوت دی گئی۔ جس میں وہ اپنی علالت کے باوجود تشریف لائے اور اپنے گرانقدر خیالات سے نوازا۔ سیمینار میں پہلی گفتگو میری تھی، جس میں، میں نے یہ فقرہ بھی کہا کہ ''پاکستان اس وقت دوراہے پر کھڑا ہے'' جب شاہ جیؒ خیالات کے اظہار کیلئے تشریف لائے تو انہوں نے بطور خاص میرے اس جملے کے ناقص ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''میرے عزیز نوجوان نے کہا کہ پاکستان دوراہے پر کھڑا ہے۔ حالانکہ اس وقت چوراہے پر ہے، جس کی نہ کوئی سمت ہے اور نہ کوئی قبلہ اور ملت پاکستان تاریکی میں ٹھوکریں کھا رہی ہے'' شاہ جیؒ کے یہ فصیح و بلیغ فقرے آج تک لوحِ دماغ پر کندہ ہیں۔

جس طرح سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور میں خطابت کے بے تاج بادشاہ تھے، اسی طرح محسن شاہ جیؒ بھی دور قحط الرجال میں خطابت کی شان تھے۔ جمعہ کی ادائیگی کے لئے عبدالوہاب نیازی اور راقم دار بنی ہاشم جاتے گفتگو سنتے اور خاموشی سے واپس آجاتے۔ شاہ جیؒ کی تقریر میں وہ سب کچھ ہوتا جس کی ایک سامع آرزو کرسکتا ہے۔ غالب کے الفاظ میں ''میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے'' والی کیفیت ہوتی۔ ان کی گفتگو قرآن و حدیث، تاریخی آثار و واقعات سے مزین ہوتی، اشعار کا برجستہ اور برمحل استعمال، تلاوت کرتے تو سماں بندھ جاتا، لطائف کی طرف آتے تو مجمع لوٹ پوٹ ہوجاتا۔ اردو زبان کی نزاکتوں سے پوری طرح آگاہ، ہر لفظ مخرج سے ادا ہوتا، جس سے لطف دوبالا ہوجاتا۔ بات اردو میں ہوتی مگر ساتھ ہی ساتھ عربی، فارسی، پنجابی اور سرائیکی کا تڑکہ لگاتے جاتے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ''از دل خیزد بر دل ریزد'' والی کیفیت ہوتی، شاہ جیؒ کی گفتگو مختلف موضوعات کے گرد گھومتی۔ ان کا مطالعہ اور علم اس کا پورا پورا ساتھ رہتا، کبھی تہذیبِ مغرب و باطل نظامہائے زندگی کی خبر لے رہے ہوتے اور کبھی اسلامی عقائد اور تہذیبِ اسلامی کے چہرے کو نکھارتے اور سنوارتے، جمہوریت، شیعت اور قادیانیت کے سخت ناقد تھے۔ ہر گفتگو میں ان پر ضرور تنقید کرتے۔

شاہ جیؒ کے ساتھ آخری اور یادگار ملاقات اُن دنوں میں ہوئی، جب راقم اور عبدالوہاب نیازی، ان کی عیادت کے لئے دار بنی ہاشم گئے۔ شاہ جیؒ سخت تکلیف میں تھے مگر جیسے ہی انہیں ہمارے بارے میں معلوم ہوا، وہ باوجود تکلیف کے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے باہر تشریف لے آئے اور ملاقات سے نوازا، ہم نے شاہ جیؒ کو ''ترجمان القرآن'' کا تازہ شمارہ پیش کیا، بہت خوش ہوئے، خرم مراد مرحوم کے بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ مختلف سوالات و جوابات کا سلسلہ چلا تو میں نے پوچھا کہ جس طرح سوشلزم اور کمیونزم کا تذکرہ کتابوں میں پڑھنے کو ملتا ہے اور جس تفصیل کے ساتھ ان پر لکھا گیا ہے۔ سیکولرازم پر اس طرح کم ہی مواد ملتا ہے، فرمایا ''سیکولرازم دراصل عمل کا نام ہے، نہ

بقیہ صفحہ نمبر ۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں